معاصرین کی نظر میں

مولانا شمس الحق افغانیؒ

مولانا محمد یوسف بنوری مرحوم میرے ہم وطن تھے اور ان کے والد ماجد مولانا محمد زکریا (مرحوم) سے بھی احقر کا تعلق رہا۔ مولانا سید محمد یوسف مرحوم عمر میں مجھ سے تقریباً دس سال چھوٹے تھے۔ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں جب مولانا شبیر احمد عثمانی نور اللہ مرقدہ قیام پاکستان کی جدوجہد میں مشغول ہوئے تو احقر کو جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں اپنا قائم مقام بنایا۔ ان ایام میں مولانا محمد یوسف مرحوم سملک کی مجلس علمی میں حضرت علامہ کشمیری کے علوم مدوّن کرنے کے کام میں مصروف تھے۔ چونکہ ڈابھیل اور سملک باہم پیوست ہیں، اس لئے فراغت کے اوقات میں مرحوم اکثر ڈابھیل تشریف لاتے اور علمی مجلسیں گرم رہتی تھیں۔ طبقاتی تقدم کی وجہ سے حضرت مرحوم اگرچہ حسب عادت احقر کا بہت احترام کرتے تھے لیکن میں ان سے کہتا تھا کہ تم نے حضرت شیخ الاسلام کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا پکا پھل کھایا ہے اور میں نے کچا پھل کھایا ہے۔ وہ ہنس کر فرماتے تھے۔ **والفضل لکم مقدم۔**

مولانا مرحوم اپنے شیخ علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے ان امور میں کافی مشابہت رکھتے تھے:

ا:......ترک دنیا وخشیۃ اللہ۔

۲:......تواضع۔

۳:......انسداد فتن دینیہ کے لئے جذبہ جہاد۔ خواہ قادیانیت ہو، یا پرویزیت، یا نیچریت۔ حق گوئی کا یہ عالم تھا کہ کسی بلند تر اور مشہور تر شخصیت کے اندر بھی کوئی دینی نقص ہو، اس کو برملا تقریر اور تحریر سے ظاہر کرکے اس کی اشاعت کرتے تھے۔ یہاں تک کہ مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ پر بھی سخت تنقید کی۔ اظہار حق میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں بن سکتی تھی۔ حضرت مرحوم کی بہتر یادگار یہ ہے کہ جس پر انہوں نے اسلام کی خدمت کی ہے اس کی تکمیل کی جائے۔

ا:......ان کی شرح ترمذی ''معارف السنن'' جس کی چھ جلدیں چھپ چکی ہیں اگر ان کی قلم سے لکھی ہوئی کوئی اور جلد ہو تو اس کو بھی چھاپ کر اشاعت کی جائے۔

میں پیرانہ سالی اور ہجوم امراض کی وجہ سے اس خدمت سے عاجز ہوں۔ لہٰذا علماء کرام کا ایک بڑا بورڈ قائم کیا جائے، جن کو فن حدیث، فن رجال، فن اصول حدیث، اصول فقہ اور فقہ حنفی، فقہ جامع پر عبور حاصل اور اکابر علماء دیوبند کے ذوق سے مناسبت رکھتے ہوں۔ وہ حضرات معارف السنن کی تکمیل کریں، تاکہ پوری شرح مولانا کے انداز پر علماء کرام کے سامنے آجائے۔

۲:......کل جدید فتن دینیہ کے لئے مولانا مرحوم کی طرح تصنیف وتحریر کے ذریعہ مساعی جاری رکھیں۔

۳:......عربی مدارس کے لئے توکل علی اللہ اور قناعت کے رنگ میں احیاءِ علوم اسلامیہ کی کوشش جاری رکھیں، کہ نہ سالانہ جلسوں کی نمائش ہو، نہ اشتہارات، نہ سفیروں کا ہجوم، بلکہ تقویٰ اور اعتماد علی اللہ کے سرمایہ سے مدارس کا کام چلایا جائے۔

میں مؤتمر اسلامی میں شرکت کے لئے ملائیشیا کوالالمپور جانے کے لئے جب ملتان سے کراچی کے ہوائی اڈہ پر اترا تو دیگر علماء کرام کے علاوہ مولانا مرحوم بھی ہوائی اڈہ پر موجود تھے۔ رات کی دعوت میں احقر کی ملاقات کے لئے مختلف حضرات بھی کھانے میں شریک تھے۔ دسترخوان پر مولانا مرحوم نے مجھے دیکھا تو مسکرا کر کہا کہ: میرے ہاں مدرسہ کی طرف سے مہمانی کا کوئی شعبہ نہیں، یہ سب میری جیب خاص کا خرچ ہے۔ ہزروں روپے کے چیک بمد زکوٰۃ مولانا مرحوم واپس کردیتے تھے کہ ہمارے مدرسہ میں مصرف زکوٰۃ نہیں۔ پھر وہ حضرات چیک اس تحریر کے ساتھ واپس بھیجتے کہ آپ حسب صوابدید، خود مصارف شرعیہ میں کسی اور جگہ مستحق لوگوں میں تقسیم کردیں۔ لیکن مولانا مرحوم پھر واپس کردیتے کہ آپ خود تقسیم کریں، یہ بوجھ ہم پر کیوں ڈالتے ہو۔

مولانا غلام غوث ہزارویؒ

حضرت کی وفات اچانک اور خلاف امید ہوئی ہے۔ میں نے راولپنڈی میں محترم مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب کے مدرسہ میں حضرت کو غسل سے پہلے دیکھا جبکہ حضرت پر موت کے کوئی آثار نہ تھے۔ جیسے آدمی سویا ہو۔ میں نے غمزدہ بھائی مولوی محمد صاحب کی تعزیت کرتے ہوئے ان سے عرض کیا کہ: صبر واستقامت کا یہی وقت ہے۔ اس وقت ان کے ساتھ حضرت مولانا محمد تقی صاحب فرزند حضرت مفتی اعظم مولانا محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ میں نے ان کو اپنے اندازے سے زیادہ صابر وشاکر پایا۔ الحمدللہ تعالیٰ۔ تھوڑی دیر کے بعد جنازہ پڑھا گیا، جس میں علاقہ بھر اور خاص کر راولپنڈی کے علماء نے بکثرت شرکت کی۔ ہر آنکھ اشکبار تھی۔ میں خود بھی بیمار تھا، لیکن حضرت کا آخری دیدار اور جنازہ کی شرکت ضروری تھی۔ یہاں کی وفات میں یہی حکمت تھی کہ سندھ وکراچی کے علماء نے کراچی کے جنازہ میں شرکت فرمائی اور اس طرف کے علماء وصلحاء اور عوام

مشتاقین کو یہاں موقع مل گیا۔

حضرت کی وفات کی خبر ایک بجلی تھی جو دل پر گری‘ جس کے بعد ہر قدم اسی طرف بڑھا۔ حضرت کی وفات ایک آدمی، ایک اچھے مسلمان، ایک بہترین عالم دین ہی کی وفات نہ تھی، ان کی وفات سے کراچی کیا‘ سارا پاکستان، علماء، اجلہ اور مخلصین و باخدا برگزیدہ بندوں سے خالی ہوگیا۔ لے دے کے آخری چراغ حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی کا ٹمٹمارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو عمر طویل فرمائے۔ آمین۔

میں جب کراچی جاتا اکثر ان سے ملنے نیوٹاؤن جاتا‘ بڑی شفقت سے پیش آتے‘ مجھ سے عمر میں کم اور تعلیم میں پیچھے تھے مگر مجھے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا مقولہ دھرانا پڑتا ہے۔ ھو اکبر وانا اسن۔ وہ علم و کمالات علمیہ اور بزرگی میں اتنے بلند تھے کہ طائر خیال بھی وہاں تک پرواز نہ کرسکے۔ آخری دنوں میں میرا ٹھکانہ نیوٹاؤن میں حضرت کے والد ماجد‘ حضرت مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ہوتا تھا۔ وہ شیخ مجیب الرحمٰن بنگالی اور عبدالولی خان صاحب کے سخت مخالف تھے‘ ان پر سخت ترین تنقید فرماتے۔ مولانا یہ سب کچھ جانتے۔ کھانے کے وقت ہم سب اکٹھے کھانا کھاتے۔ والد ماجد صاحب حکیم بھی تھے۔ میں ان سے علاوہ دیگر باتوں کے ان باتوں میں بھی استفادہ کرتا۔ خود حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی معلومات بھی اس سلسلہ میں وسیع تھیں۔

میں حضرت کے مکان پر پشاور کبھی کبھار جاتا‘ وہاں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد سے ملاقات ہوتی اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خبریں سن سن کر خوش ہوتا۔

حضرت‘ علامہ انور شاہ صاحب صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند کے ہمراہ ڈابھیل تشریف لے گئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت علامہ صاحب موصوف کو بڑا انس و محبت تھی۔ اسی وجہ سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو علم حدیث میں یدطولیٰ حاصل تھا۔ حضرت علامہ رحمۃ اللہ علیہ سے اتنی طویل صحبت و شفقت کسی خوش نصیب ہی کو حاصل ہوسکتی ہے۔ پھر حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی رفاقت نور علیٰ نور تھی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار حضور پرنور ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے۔ (ابنی) کے معزز خطاب سے مخاطب فرمایا‘ جس سے شفقت کے سوانسب کی بھی تصدیق ہوگئی۔

آپ نے بیس دفعہ زیارت بیت اللہ شریف اور زیارت روضہ اطہر کا مصمم ارادہ فرمایا تھا‘ گزشتہ سال میں نے دریافت کیا تو فرمایا کہ: وہ بیس دفعہ کب سے پورے ہوگئے ہیں۔

حضرت مرحوم کی انگریز کے خلاف نفرت حضرت علامہ انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا پرتو تھا۔ اس کے سوا ہر فتنہ کا مقابلہ کرنے کے لئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ تیار رہتے۔

مرزائیوں اور خاکساروں کے خلاف ان کی جدوجہد سب کو معلوم ہے۔ ایک بار میرے کہنے سے

حضرت نے مانسہرہ کے جلسہ میں شرکت منظور فرمائی جو ہم مشرقی کے خلاف کر رہے تھے۔حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت عالمانہ طویل اور مدلل تقریر فرمائی۔ بڑے افسروں اور پولیس افسروں نے مانسہرہ اس دن چھوڑ دیا تھا۔ ایک اناڑی سا اسسٹنٹ سب انسپکٹر موجود تھا۔جس نے مولانا موصوف کی گرفتاری کا حکم سنایا۔ حالانکہ گرفتار صرف مجھے کرنا تھا۔حضرت کی تقریر قانون کے اندر مدلل اور معقول تھی۔ان کی گرفتاری کے بعد میں نے اسٹیج پر اعلان کیا کہ میں حضرت کی تقریر کے ایک ایک حرف کی تصدیق وتائید کرتا ہوں۔اس اناڑی نے میری گرفتاری کا حکم بھی دے دیا۔ چنانچہ ہم دونوں عظیم جلوس کی شکل میں تھانہ اور کچہریوں کو گئے۔ پھر یہ لوگ حیران تھے کہ اب کیا کریں۔ ہم نے کہا: اگر ہم گرفتار نہیں تو چلے جائیں‘ ورنہ ہمیں کسی ٹھکانے لگاؤ۔ بڑا افسر کوئی تھا نہیں۔ آخر کار ہم کو سب جیل (حوالات مانسہرہ) میں بھیج دیا۔اس دروازے پر ہمارے رضا کاروں اور عوام نے جو کچھ کیا وہ بیان سے باہر ہے۔آخر میں ہمارے سمجھانے بجھانے سے وہ نرم ہوئے اور ہم اندر جاسکے۔وہ تین رات ہم اندر رہے پھر حکومت نے ہم کو رہا کر دیا۔یہ طویل قصہ ہے جس کو چھوڑا جاتا ہے۔اتنی بات عرض ہے کہ حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو گرامی نامہ لکھا کہ:”یوسف میں قید ہونے کی ایک ہی کمی باقی تھی وہ بھی پوری ہوگئی“۔

حضرت مولانا کی خصوصیت

حضرت مرحوم کی ایک خصوصیت تھی جس کا مجھے علم تھا‘ وہ یہ تھی کہ: آپ کا ہر کام للّٰہیت پر مبنی ہوتا تھا۔ اخلاص آپ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ایک بار مجھ سے فرمایا کہ: میں اموال زکوٰۃ اتنے وصول کرتا ہوں جو طلبہ کو دیئے جاتے ہیں پھر اور نہیں لیتا‘ تاکہ خواہ مخواہ حیلے نہ کرنے پڑیں۔

دوسری خصوصیت

مولانا کی دوسری خصوصیت ان کا صبر وشکر تھا۔۱۹۶۴ء میں پہلی بار جب ہم ان کی معیت میں موتمر عالم اسلامی میں شرکت کے لئے قاہرہ (مصر) گئے تو کھانے کی جو چیز آئی کھانے سے پہلے اس کی تعریف کرتے اور نعمت کو نعمت کر کے استعمال فرماتے۔ بہت ہی کم حضرات ہیں جن میں حضرت مرحوم کی طرح اخلاص وللّٰہیت موجود ہو۔اس وقت دنیا میں ہر چیز ہے‘ مگر للّٰہیت نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب فرمائے۔(آمین)

آپ کی دینی یادگاریں

آپ کی بہت سی یادگار ہیں‘ مگر تین بڑی اہم ہیں۔

ا:...ایک مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن جو اپنی طرز کا پاکستان بھر میں ایک ہی مدرسہ ہے۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے علماء و طلبہ بھی مخلص عطا فرمائے۔

۲:...دوسری یادگار ترمذی شریف کی شرح ہے۔ حضرت علامہ انور شاہ صاحب کے علوم کے اصلی وارث حضرت ہی تھے۔ اس کتاب مین اس کی جھلک موجود ہے۔ یوں تو بہتوں کو دعویٰ ہے، لیکن ان کے علوم کا انعکاس اصلی رنگ میں زیادہ تر حضرت مرحوم کے حصہ میں تھا۔

۳:....تیسری بڑی یادگار جو فتنۂ آخر الزمان کے بارے میں ہے، وہ مودودی صاحب کے متعلق ہے۔ جس کا نام (الاستاذ المودودی) ہے۔ یہ دو حصوں میں چھپ چکی ہے اور بہترین عربی میں ہے۔ یہ کتاب آپ نے عرب ممالک کے لئے لکھی جن کو مودودی صاحب کے اصلی عقائد و خیالات کا علم نہیں ہے۔ اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ مودودی صاحب نے چار قرآنی اصطلاحیں (رب) (اِلٰہ) (عبد) (عبادت) کا مفہوم سلف صالحین کے خلاف کیا ہے۔ اس کی تردید کسی بڑی عالم ہی کو کرنی چاہئے تھی۔ افسوس کہ اس سلسلہ میں کمی رہ گئی۔ حضرت علامہ مولانا زکریا صاحب شیخ الحدیث (مہاجر مدنی) نے فتنۂ مودودیت لکھی۔ اس میں عبادت و اطاعت کا فرق واضح کیا گیا ہے۔ جس سے دوسری تین اصطلاحات پر بھی روشنی پڑتی ہے، مگر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو تاڑا اور غلطی کی اس بنیاد کو پکڑ کر اس پر کلہاڑا چلا کر اس کو ریزہ ریزہ کردیا۔ آپ نے خاص کر حصہ دوم میں ان چار اصطلاحات پر اچھی روشنی ڈالی اور تمام علماء کی طرف سے فرض کفایہ پورا فرمادیا (فجزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء) یہ ان کی آخری تصنیف اور آخری یادگار اور فتنۂ آخر الزمان کے متعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ان کے نقش قدم پر چلا کر عافیت دارین اور خاص کر نجات اخرویہ نصیب کرے۔ آمین۔

مولانا محمد چراغ صاحب

۳ ذوالقعدہ ۱۳۹۷ھ کی صبح کو ادھر جہانِ رنگ و بو کا آفتاب طلوع ہوا اور ادھر دنیائے علم و عرفان کے آفتاب عالمتاب نے رخت سفر باندھا۔ حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوگیا۔

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون. رحمہ اللّٰہ وارضاہ وجعل الجنۃ جنۃ الفردوس مثواہ ان للّٰہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل شئ عندہ، باجل مسمّٰی

حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات دنیائے علم و عرفان کا ایک بڑا حادثہ ہے اور ایسے عظیم علماء کی رحلت اماراتِ ساعۃ میں سے ہے۔ علامہ محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ علوم اسلامیہ کے ممتاز عالم تھے۔ آپ بیک وقت محقق، فقیہ اور محدث تھے۔ مجسمہ وقار و تمکنت اور پیکر حلم و احتشام تھے۔ آپ کا شمار میرے شیخ محترم امام العصر، محدث اکبر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری کے مخصوص ترین تلامذہ میں ہوتا ہے۔

انہیں حضرت الشیخ سے انتہائی عقیدت اور محبت تھی۔ جب بھی حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ چلتا' آپ پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے محامد ومحاسن بیان کرتے نہ تھکتے۔

میرا ابتدائی تعارف علامہ بنوری مرحوم سے اس وقت ہوا جب حضرت الشیخ دیوبند کو چھوڑ کر عازم کشمیر ہوئے۔ (میں ان دنوں مدرسہ انوار العلوم شیرانوالہ باغ میں مدرس تھا) اور گوجرانوالہ میں آپ نے احقر کو شرف مہمانی بخشا تو مولانا بنوری مرحوم حضرت کے ساتھ تھے۔

آپ نے حضرت الشیخ کے افادات و فیوض کو عام کرنے کے لئے بڑی محنت، جانفشانی اور خلوص سے کام کیا۔ مقدمہ فیض الباری اور ''معارف السنن'' اس سلسلہ کی روشن اور زندہ مثالیں ہیں۔ آپ ہمیشہ اس کوشش میں رہتے کہ حضرت الشیخ کے افادات میں سے کوئی چیز اشاعت سے محروم نہ رہے۔ ایک دفعہ میں نے علامہ مرحوم سے ذکر کیا کہ ''العرف الشذی'' کا جو نسخہ ہندوستان سے حضرت الشیخ کے ایک قریبی عزیز نے طبع کرایا ہے اس میں ''کتاب الایمان'' کی اتنی تفصیل نہیں ہے جتنی اس نسخہ میں ہے جو میرے پاس ہے۔ کیونکہ میں نے اس نسخہ میں وہ تقریر بھی شامل کر دی ہے جو آپ نے درس بخاری کے دوران ارشاد فرمائی تھی۔ علامہ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور وہ میری کتاب کا دوسرا حصہ اپنے ساتھ لے گئے۔

مجلس علمی ڈابھیل اور دوسرے ذرائع سے آپ نے حضرت شاہ صاحب قدس اللہ سرہ کے علوم و معارف کی اشاعت کا جو اہتمام کیا ہے وہ لائق تحسین ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی یہ کوشش قبول فرمائے اور انہیں اپنے پاس سے اس کا اجر عطا فرمائے۔

مولانا کے علم و عمل، تقویٰ و خلوص اور دیانت و امانت پر لوگوں کو پورا اعتماد تھا۔ اس کی ایک مثال ان کا عظیم الشان مدرسہ ہے۔ کراچی میں پہلی دفعہ جب مولانا مرحوم سے ملاقات ہوئی تو وہ ایک چھوٹی سی مسجد میں درس کا سلسلہ فرماتے تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد جب میں حج پر جاتے ہوئے کراچی ٹھہرا اور مولانا سے ملاقات کے لئے گیا تو وہ چھوٹی سی درس گاہ اب ایک عالیشان مدرسہ کی شکل اختیار کر چکی تھی، جس میں عرب ممالک کے اساتذہ کی خدمات بھی حاصل کر لی گئی تھیں اور مولانا ان کے ساتھ بے تکلف اور رواں عربی میں کلام کر رہے تھے۔ آج کل یہ مدرسہ پاکستان کے عظیم مدارس میں شمار ہوتا ہے۔

آپ مرحوم بصیرت دین و دنیا، سیاست و مذہب غرض ہر پہلو سے ایسی جامع شخصیت تھے، جس کی قیادت پر ہر طبقہ اعتماد کر سکتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ تحریک ختم نبوت کی قیادت کے لئے ملک بھر کے علماء کرام نے متفقہ طور پر ان کا انتخاب کیا اور یہ ان کی پیہم سعی و کوشش اور قائدانہ بصیرت کا نتیجہ تھا کہ تحریک کے ہر مرحلہ میں کامیابی نے ان کے قدم چومے اور نبوت کا ذبہ کا نوے سالہ پرانا مسئلہ حل کر کے ہمیشہ کے لئے دفن کر دیا گیا۔ اور اس

طرح حضرت مرشدی علامہ انور شاہ صاحب کشمیری کی جاری کردہ تحریک ختم نبوت کو کامیابی سے ہمکنار کیا۔

افسوس! کہ یہ آفتاب عالمتاب اس وقت غروب ہوا جبکہ عالم اسلام کو اس کی شدید ضرورت تھی۔ پورے عالم اسلام کی نگاہیں آپ کی طرف لگی ہوئی تھیں کہ اسلامی نظریاتی کونسل کے ایک ممبر کی حیثیت سے پاکستان میں اسلامی نظام کے عملی نفاذ کی راہ ہموار کریں گے۔ آپ کہنے کو تو کونسل کے ایک ممبر ہی تھے۔ لیکن عملاً وہ اس کے روح رواں تھے۔ اور بقول کونسل کے صدر جناب جسٹس محمد افضل چیمہ صاحب:

''وہ علم کے سمندر تھے۔ بعض مسائل میں اختلاف کے باوجود انہیں نہایت خوش اسلوبی سے الجھاتے تھے۔ جس سے فریقین مطمئن ہو جاتے تھے۔ ان کا رویہ نہایت معقول اور مصلحانہ ہوتا تھا۔ وہ عدل وانصاف کے علمبردار تھے۔ انہیں ایک ہی موضوع پر متعدد احادیث وآیات ازبر ہوتی تھیں۔ وہ صائب الرائے انسان تھے۔ اس بات کے اظہار میں کوئی باک نہیں کہ کونسل کو ان کا متبادل مشکل سے ہی ملے گا۔''

گویا کہ راہِ حق کا یہ مردِ مجاہد عین اس وقت حالت سفر میں اپنے مالک حقیقی کے حضور جا پہنچا جبکہ وہ اپنے گھر (کراچی) سے سینکڑوں میل دور اس کے دین کی سربلندی کے لئے نکلا ہوا تھا اور اس طرح لشکر اسلام کے اس جرنیل کو اپنے فرض کی ادائیگی کرتے ہوئے خدا کے ہاں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔

اللھم اغفرلہ وارحمہ وارضہ وارض عنہ واحشرہ مع الابرار والمقربین
وصلی اللہ علی سیدنا محمد وبارک وسلم

مولانا عبدالحنان اوکاڑہ

سیدی واستادی واستاد الکل امام العصر نور اللہ مرقدہ کے تلامذہ میں ممتاز ہستی علماً و عملاً زھداً و توکلاً نفعاً واستغناء تدبراً و تدبیراً جمالاً و جلالاً اہل اسلام اہل حق میں مایہ ناز شخصیت علامہ سید محمد یوسف بنوری کی رحلت وفرقت کے صدمے میں اگر آنکھوں سے پانی کے بجائے خون بہتے بہتے ختم ہونے کو آئے تو اس صدمہ کا سواں حصہ کا حق بھی ادا نہ ہوگا۔

شیئان لو بکت الدماء علیھا   عینای حتی تؤذنا بذھاب
لم تبلغا المعشار من حقھما   فقد الشباب وفرقۃ الاحباب

لیکن بالآخر بجز صبر ودعا سہر ورضا علی القضا وامید لقاء فی دار البقاء اور کونسی چیز باعث تسکین دل غمگین ہوسکتی ہے۔

فصبر جمیل اللھم اغفرلہ وارحمہ ونور قبرہ وارفع درجۃ فی اعلیٰ الفردوس، امین

مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک

راولپنڈی میں حضرت اقدس مولانا بنوری کی نماز جنازہ پڑھانے سے قبل شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ اکوڑہ خٹک نے حسب ذیل مختصر کلمات سے حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کو خراج تحسین پیش کیا۔

محترم بزرگو! آج دارالعلوم دیوبند کے علوم خصوصاً حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے علمی اسرار و نکات کا حامل ہم سے جدا ہوگیا۔ پاکستان اکابر کے سایہ سے محروم ہوتا جارہا ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مفتی محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہم سے چلے گئے تھے اور اب پاکستان کی بدقسمتی کہ حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے علوم اور ان کی برکات سے بھی محرومی ہوگیا۔ حضرت مولانا علماء دیوبند کے فیوضات کے خزینہ اور اکابر دارالعلوم کے امین تھے۔ تمام علوم پر حاوی، خصوصاً احادیث میں انتہائی مہارت تھی۔ خداداد ذہانت اللہ تعالیٰ نے انہیں دی تھی۔ فیض الباری شرح بخاری کی تالیف اور طباعت میں آپ کا بھرپور حصہ ہے۔ آج ہم اور پورا پاکستان حامل احادیث رسول اللہ ﷺ کی برکات سے محروم ہوگیا۔

حضرت مولانا بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے فتنہ قادیانیت کے قلع قمع میں ہماری سرپرستی فرمائی۔ وہ نہ صرف ایک محدث اور ایک مدرس تھے' بلکہ بین الاقوامی مسائل، مشکل اور پیچیدہ مسائل پر بھی اسلامی نقطہ نگاہ پیش کرسکتے تھے۔ چنانچہ اس وقت بھی اسلامی نظریاتی کونسل کے سلسلہ میں کہ قوانین کو اسلامی بنایا جائے تشریف لائے تھے۔ آج وہ کونسل ملکی و بین الاقوامی مسائل پر شرعی حیثیت سے روشنی ڈالنے والے بزرگ سے محروم ہوگئی۔ اگرچہ اسلامی کونسل میں شامل حضرت مولانا مرحوم کے رفقاء بھی علماء تھے، مگر حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ تو اکابر علماء میں سے تھے۔ اپنے دور میں علماء کے سربراہ تھے۔ تو آج ہم سب اور عالم اسلام ایسی مبارک ہستی سے محروم ہوگیا۔ جس کا بدل فی الحال نہیں ملتا۔ علم حدیث میں مولانا کی تصانیف کو دیکھ کر ان کے علوم کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ مولانا مرحوم کی ترمذی شریف کی شرح معارف السنن میں حضرت شاہ صاحب کے اسرار و لطائف کی کثرت ہے۔ کسی اہم مسئلہ کے متعلق کتب احادیث میں بکھرا ہوا مواد ایک جگہ مل جاتا ہے بے شمار کتابوں کے حوالے اور مواد یکجا ہوتا ہے اور طول طویل شروح کے ڈھونڈنے سے انسان بچ جاتا ہے۔

ہماری بدقسمتی ہے، پاکستان کی بدقسمتی ہے کہ وہ علماء کے سربراہ سے محروم ہوگیا۔ حامل حدیث سے محروم ہوا اور علوم دیوبند کا امین اٹھ گیا اور خصوصاً حضرت علامہ کے علوم سے محرومی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ امت کو حضرت مرحوم

کی برکات سے مالا مال فرماتا رہے اور حضرت مولانا صاحب کو اعلیٰ علیین کے بہترین مقامات پر فائز فرمائے۔

مولانا عبدالقدیر راولپنڈی

جو کچھ دل میں حضرت مرحوم کی محبت اور عقیدت ہے وہ الفاظ میں ادا ہوسکتی ہی نہیں۔ اس کی ابتداء حضرت مرحوم نوراللہ مرقدہ کے طالب علمی کے زمانہ کی رفاقت سے ہوئی' جب آپ دیوبند میں اقامت پذیر تھے۔ اگرچہ آپ بندہ کے کسی کتاب میں ہم سبق نہ تھے بلکہ ایک دو سال کے انداز اً سابق اور فائق تھے۔ لیکن آپ کے خداداد بے مثال مکارم اخلاق اور لایزال طبعی جود وسخاء کو دیکھتے ہوئے ہر زندہ دل آپ سے وابستہ اور پیوستہ ہو جاتا اور والہانہ محبت کرتا۔ آپ کے گراں قدر علمی لطائف سے استفادہ کرنے کا شوق رکھتا۔

بالخصوص آپ کی علمی محفل جاذب القلوب بنی رہتی۔ ہر فہمیدہ' صاحب ذوق آپ کی علمی مجلس سے بہرہ ور ہونے کو غنیمت جانتا۔ اسی سلسلہ میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب اکھوڑی ضلع کیمبلپور والے مرحوم جو حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اسباق میں ہم سبق بھی تھے۔ آپ کے دلدادہ عاشق ہوگئے۔ آپ کے محاسن اور علمی کمالات اور کمال بصیرت کا تذکرہ ہر وقت فرماتے رہتے۔

محبت جانبین سے تھی۔ جیسے حضرت بنوری لطیف مزاج عربی شاعر تھے، اسی طرح مولانا اکھوڑی والے بھی سادہ مزاج متوکل' عربی قصائد اور اشعار نویسی کا پورا ملکہ رکھتے تھے۔ اس صفت میں اشتراک سے جانبین کی محبت روز افزوں ہوتی رہی۔ ہاں اتنا فرق ضرور تھا کہ مولانا اکھوڑی والے سیاسی مزاج نہ تھے اور مولانا السید بنوری جامع الکمالات تھے' تحریر اور تقریر، قلم اور زبان میں سنجیدگی اور متانت پائی جاتی تھی۔

مولانا محمد یوسف اکھوڑی والے ایک دن حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی معقول اور جامع دلچسپ گفتگو سن کر آئے اور خوشی خوشی سے مسکراتے ہوئے فرمانے لگے کہ: مولانا بنوری کوئی بلند پایہ شخصیت بننے والے ہیں۔ کوئی عالی مقام لینے والے ہیں۔ ان کا کلام ایسا ہے کہ ہر شخص کو گرویدہ کر دیتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

یہ ایک مرد صادق کی صحیح فراست تھی۔ جس کی پیش گوئی انہوں نے فرمائی۔ بعد میں یہ تخیل حقیقت بن کر سامنے آ گیا۔ تحصیل علم سے فارغ ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ نے حضرت مرحوم کو ایسی مقبولیت بخشی کہ اکابرین ملت علماء کرام اور مشائخ طریقت سب کے آپ مرجع اور منظور نظر ہوگئے۔

آپ کی صفات حمیدہ اور اخلاق جلیلہ کا ہی اثر تھا کہ پاکستان کے جملہ دینی راہنماء مشائخ عظام اور علمائے اسلام آپ کی فرمودہ بات کو حرف اخیر اور مہر تصدیق سمجھتے تھے۔ ختم نبوت کی تحریک سعید میں جملہ اہل پاکستان نے آپ کو صدر کا نام دیا۔ آپ کی رائے اختلاف کو ختم کرنے والی ہوتی رہی۔

لیس بمستنکر علی اللّٰہ ان یجمع العالم فی واحد

حضرت مرحوم مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی بندۂ ناچیز سے ابتدائی دیو بندے، اقامت کے زمانہ کے صرف للہ فی اللہ محبت تھی۔ اگرچہ آپ ہمارے ساتھ برادرانہ اور رفیقانہ انداز کا برتاؤ فرماتے، لیکن خدا شاہد ہے کہ بندہ آپ کو اس انداز سے دیکھتا ہے، جیسے کسی محسن شیخ کی طرف دیکھا جاتا ہے۔

حضرت مرحوم کی کریمی اور بلند اخلاقی کا ایک منظر آپ ملاحظہ فرمائیں۔ قریباً بیس سال کا عرصہ ہوا، جب بندہ نے اوکاڑہ ضلع ساہیوال میں چند رفقاء کے ساتھ حج بیت اللہ کا ارادہ کیا تو حضرت مرحوم کو خط لکھا کہ فلاں تاریخ کو کراچی پہنچ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ کراچی کے متعدد اسٹیشنوں میں ایک پر گاڑی کھڑی ہوئی تو دیکھتا ہوں کہ پلیٹ فارم پر آپ بمعہ ایک دو طالب علموں کے کھڑے ہیں۔ باہر نکل کر ملاقات کی اور دریافت کیا کہ آپ کیسے تشریف لائے ہیں؟ فرمایا کہ ''آپ کی ملاقات کے لئے آیا ہوں''بندہ نے عرض کیا کہ بندہ خود حاضر ہونے والا تھا۔ یہی لکھا بھی تھا۔ آپ نے کیوں تکلیف کی۔ فرمایا کہ ''ملاقات تو ہو جاتی لیکن مجھے یہاں آنے کا ثواب نہ ملتا۔ اب آنا کارآمد، فائدہ مند بنا۔'' پھر فرمایا کہ ''بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ یہاں ہی اتر کر ہمارے ساتھ چلیں۔ حاجی کیمپ ٹھہرنے میں تکلیف ہوگی۔ (اس وقت یہ جدید حاجی کیمپ نہ بنا تھا)۔ چھ روز کراچی ٹھہرنا ہوگا۔ یہ دن ہمارے ہاں رہیں۔ بروقت جہاز پر سوار کرادیں گے۔''

بندہ نے عرض کیا کہ ہمارے ساتھ کئی احباب رفیق سفر ہیں۔ میں ان سے الگ رہنا مناسب نہیں سمجھتا۔ اس پر پھر اصرار فرماتے رہے کہ ہمارے ساتھ چلئے۔ لیکن بندہ نے خیال کیا کہ ان دنوں آپ کے ہاں مہمانوں کی آمد و رفت کافی ہوگی۔ ایک دو دن ہوتا تو میں ٹھہر جاتا۔ مزید تکلیف دینا مناسب نہ معلوم ہوا۔ اس خیال سے وہاں نہ اترا اور رفیقوں کی رفاقت کا عذر کر دیا۔ جب گاڑی چلنے لگی تو بندہ نے ان کو رخصت کرنا چاہا تو فرمانے لگے کہ: آپ ہمارے ساتھ نہیں چلتے تو ہم ہی آپ کے ساتھ چلتے ہیں۔ دو اسٹیشن تک گاڑی میں ساتھ رہے۔ تیسرے پر رخصت ہو گئے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کے قلب میں بندہ سے کتنی محبت تھی اور یہ محض آپ کی کریمی تھی۔ محض رسمی محبت نہ تھی، بلکہ قلبی تاثر تھا جو جانبین سے ہوا کرتا ہے۔

مولانا ابوالزاہد محمد سرفراز خان

کل نفسٍ ذائقۃ الموت کا قانون سب جاندار مخلوق پر حاوی ہے، لیکن بعض موتیں قوموں اور ملکوں کے لئے ناقابل تلافی نقصان کا ذریعہ بنتی ہیں۔ حضرت مرحوم کی وفات بھی فرد اور شخص کی وفات نہ تھی، بلکہ اس دور میں صحیح طور پر موت العالم موت العالم کی مصداق تھی۔ اس لئے کہ علمی طور پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت صرف

پاک و ہند اور افغانستان ہی میں مشہور نہ تھی' بلکہ عرب اور افریقی ممالک میں بھی علمی اور عملی طور پر ایک مسلم شخصیت تھی۔ آپ کے ہزاروں نامور شاگرد دنیا کے کونہ کونہ میں پھیلے ہوئے ہیں جو تدریسی، تقریری اور تحریری طور پر تبلیغ دین کا اہم فریضہ ادا کر رہے ہیں۔

اسی طرح اسلامی نظریاتی کونسل میں حضرت مرحوم کا شریک ہونا اور آپ کے اخلاص اور علمی دلائل سے خلاف اسلام نظریات کو زیر کرنا اور خالص اسلام کے زریں اصول کو دلائل و براہین سے مبرہن کرنا آپ کا ایک ایسا کارنامہ ہے جو انشاء اللہ تعالیٰ رہتی دنیا تک بشرط انصاف، اصول موضوعہ کا کام دے گا۔ اسی سلسلہ میں حضرت کو کراچی سے دور راولپنڈی میں وفات حسرتِ آیات ہوئی۔

الغرض حضرت مرحوم و مغفور اس دور میں مذہبی اور سیاسی اور اپنی بین الاقوامی شہرت اور شخصیت کی وجہ سے تمام فرقوں میں مسلم اور اسلام کی سربلندی کے لئے اکابر کا ایک واضح نشان تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ جگہ نصیب فرمائے اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین۔